مکرم محمود مجیب اصغر صاحب

خاکسار کے خسر ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب

حضرت مسیح موعود کے رفقاء میں سکھوں میں سے نہایت کم عمری میں حلقہ بگوش احمدیت ہونے والے ایک ''مہر سنگھ'' بھی تھے جو ماسٹر سردار عبدالرحمٰن (سابق مہر سنگھ) کے نام سے موسوم ہیں۔ آپ بہت بڑے داعی الی اللہ اور مستجاب الدعوات بزرگ بن گئے۔ اپنے آبائی سکھ خاندان سے کٹ کر انہیں خدا تعالیٰ نے اپنے ایک نئے خاندان کا آدم بنا دیا جیسا کہ آپ کے ایک بیٹے سردار بشیر احمد لکھتے ہیں۔

''والد صاحب نے (احمدی) ہونے کے بعد اپنے والدین اور بھائیوں سے کہا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ اگر آپ لوگ کلمہ..... پڑھ لو گے تو تمہاری اولاد آگے چلے گی ..... (ورنہ) تمہاری نسل ختم ہو جائے گی اور اب میں اس خاندان کا نیا آدم ہوں۔''

(داستانِ حیات از سردار بشیر احمد صاحب صفحہ 20-21)

چنانچہ ان کے سب بھائی میّا سنگھ، گلاب سنگھ، پرتاب سنگھ لاولد فوت ہو گئے اور حضرت مہر سنگھ کو خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد در اولاد عطا فرمائی جو اب دنیا کے مختلف ملکوں میں خدا کے فضل سے پھیل چکی ہے۔ جب مہر سنگھ نام کا بچہ جن کی عمر اس وقت دس بارہ سال ہو گی کسی طرح حضرت مسیح موعود کے پاس پہنچے تو حضور نے انہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب کے سپرد کر دیا اور اس طرح حضرت خلیفہ اول نے ہی ان کی کفالت فرمائی اور تربیت کی۔ حضرت خلیفہ اول کا آبائی وطن بھیرہ تھا پانچ سال کا عرصہ سردار عبدالرحمٰن (مہر سنگھ) نے بھیرہ میں گزارا اور وہیں سے میٹرک پاس کیا۔ (بحوالہ رفقاء احمد جلد ہفتم ص 21-22) 313 رفقاء کی فہرست میں حضرت مسیح موعود نے انہیں 255 نمبر پر ''بھیرہ'' میں شمار کیا ہے۔

جہاں بھیرہ میں حضرت خلیفہ اول مولوی نورالدین صاحب کا گھر تھا اس کے قریب ہی خاکسار کے آباء و اجداد رہتے تھے اور حضرت خلیفہ اول سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ رضاعت کا رشتہ بھی تھا۔ وہیں خاکسار کے دادا جان حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب اس وقت حضرت ماسٹر سردار عبدالرحمٰن صاحب (مہر سنگھ) کے ہم نام اور کلاس فیلو اور ہم عمر تھے بزرگوں کے اس دیرینہ تعلق کی وجہ سے ہی خاکسار کا رشتہ حضرت ماسٹر سردار عبدالرحمٰن مہر سنگھ کی پوتی مکرمہ مریم صدیقہ صاحبہ سے ہوا جو ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب کی بیٹی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 26/اگست 1967ء کو بیت مبارک ربوہ میں بعد از نماز عصر خود ہمارے نکاح کا اعلان فرمایا (اس کے ساتھ ہی خاکسار کی اہلیہ کے ایک بھائی سردار خلیل احمد صاحب کے نکاح کا اعلان بھی فرمایا) خطبہ نکاح میں حضور نے سردار صاحب کے خاندان کی نمایاں خوبیوں اور ہمارے خاندان کے اخلاص کا ذکر بھی فرمایا۔ خاکسار کی شادی 23 فروری 1969ء کو ہوئی تھی خاکسار کے خسر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب عملاً ساری عمر طبی خدمات اور دعوت الی اللہ کی غرض سے پاکستان سے باہر ہی رہے اور ہمارے نکاح اور شادی پر بھی نہ آ سکے تاہم 1962ء میں ان سے خاکسار کی جلسہ سالانہ ربوہ پر اپنے والد صاحب کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی تھی اور وہ ہمارے بزرگوں کے دیرینہ تعلق سے آشنا تھے۔ شادی کے بعد بھی چند بار ہی ان سے ملاقات ہوئی آخری بار 1985ء میں برطانیہ کے جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوئی تھی جب خاکسار پہلی بار مسقط سے لندن گیا تھا۔

خدمت دین، دعوت الی اللہ اور طب کے پیشہ کے ذریعہ بنی نوع انسان کی خدمت کا ان کو ایک قسم کا جنون تھا اور ہمارے ساتھ زیادہ تر خط و کتابت کے ذریعہ ان کا رابطہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ خاکسار انہیں اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی تصاویر بھجوائے تا کہ انہیں دعاؤں کی یاد دہانی ہوتی رہے۔ ان کی وفات کے کئی سال بعد خاکسار ان کے گھر 2000ء کے جلسہ پر لندن میں گیا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ہماری تصویریں دیوار پر آویزاں کی ہوئی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انہیں دعاؤں کی یاددہانی ہو جاتی ہو گی۔

جماعتی لٹریچر اور ان کے بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد سے ان کے بارے میں خاکسار نے جو معلومات حاصل کی ہیں اس میں حیرت انگیز طور پر یہ بات نظر آتی ہے کہ ان کے ساتھ شروع سے ہی خارق عادت واقعات ہوتے رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھے ان کی پیدائش رفقاء احمد جلد ہفتم کے مطابق، 2/اکتوبر 1906ء کی ہے۔ ان کی والدہ صاحبہ کو خواب میں پہلے ہی دکھایا گیا تھا کہ لڑکا ہو گا اس کا نام نذیر احمد رکھنا۔ ابھی وہ چند ماہ کے تھے کہ ان کی والدہ صاحبہ انہیں حضرت مسیح موعود کے پاس لے گئیں اور خواب بھی سنائی۔ حضور نے لڑکے کو گود میں لیا۔ پیار کیا اور فرمایا ''ایک نذیر تو دنیا سے سنبھالا نہیں جاتا ایک اور نذیر آ گیا ہے''۔

(رفقاء احمد جلد ہفتم ص 44)

ان کے ڈاکٹر بننے کے بارے میں بھی ان کے والد صاحب کو پہلے سے خبر دی گئی اور انہیں بڑے عجیب و غریب معجزہ نما حالات میں میڈیکل کالج میں داخلہ ملا۔

مولف رفقاء احمد ملک صلاح الدین صاحب ایم اے لکھتے ہیں۔ ''ماسٹر صاحب (سردار عبدالرحمٰن مہر سنگھ) کو تمام اولاد کے متعلق الہامی طور پر اطلاع ملتی رہی۔ ماسٹر صاحب کا ارادہ تھا کہ نذیر احمد صاحب کو بی اے کرائیں۔ کپورتھلہ کے کالج سے ایف اے پاس کیا تو حضرت ماسٹر صاحب کو خواب میں بتایا گیا کہ نذیر احمد کو ڈاکٹر بناؤ۔ وہ ڈاکٹر بن جائے گا۔ آپ کے لکھنے پر انہوں نے کالج چھوڑا اور امرتسر میڈیکل کالج میں داخل ہونا چاہا لیکن گو ایف۔ اے میں اچھے نمبر آئے تھے لیکن میٹرک میں سیکنڈ دویژن تھی اس لئے داخلہ نہ مل سکا اور وہ افسردہ خاطر ہوئے آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آپ کو ڈاکٹر بنانے کا ہے آپ جولائی میں آگرہ کے میڈیکل کالج میں داخل ہونے کے لئے چلے جائیں لیکن انہیں وہاں بھی داخلہ نہ ملا۔ ماسٹر صاحب نے لکھا کہ تم پروفیسروں سے ملتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا۔ خواہ اس رنگ میں کہ کوئی لڑکا فوت ہو جائے یا کسی کو کالج سے نکال دیا جائے اور جب پرنسپل نے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب سے دریافت کیا کہ اب تم کیوں وقت ضائع کرتے ہو اب تو ویٹنگ لسٹ کا بھی موقع نہیں رہا تو انہوں نے کہا کہ میرے والد صاحب کو خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ میں ڈاکٹر بن جاؤں گا گویا خواہ کوئی لڑکا نکل جاوے یا خدا کو کوئی لڑکا مارنا پڑے۔ مجھے داخلہ ضرور مل جائے گا۔ پرنسپل صاحب نے حیران ہو کر پوچھا کیا اس زمانے میں بھی الہام ہوتا ہے تو انہوں نے بتایا کہ جب کہ اللہ تعالیٰ اب بھی سنتا اور دیکھتا ہے تو وہ بولتا بھی ہے موسم گرما کی تعطیلات میں ماسٹر صاحب نے ایک ماہ دعوت الی اللہ کے لئے وقف کیا اور سفر میں دعا کرتے رہے کہ یا الٰہی میں تیرا کام کرتا ہوں تو میرا کام کر دے۔ چنانچہ موضع کریام (ضلع جالندھر) میں ظہر کی نماز میں کشفی حالت میں آگرہ کا ایک ہندو لڑکا سانولے رنگ کا دکھایا گیا کہ اسے پرنسپل صاحب کہتے ہیں کہ ''نکل جاؤ ہم نہیں مانگتا'' ماسٹر صاحب نے حضرت حاجی غلام احمد صاحب مرحوم (امیر جماعت کریام) سے کشف کا ذکر کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہندو لڑکا نکالا جائے گا اور میرا لڑکا داخل کر لیا جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے اطلاع دی کہ گویا کشف والے وقت کی بات ہے کہ ایک ہندو لڑکا پرنسپل کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ میں دوسہرے کی تعطیلات گزار کر گھر سے آیا ہوں۔ ان کے دریافت کرنے پر کہ وہ سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس سے اجازت لے کر گئے تھے لڑکے نے جواب دیا کہ تعطیلات ہونے پر سب لڑکے چلے گئے اسی طرح میں بھی چلا گیا۔ میں کوئی قیدی تو نہیں تھا کہ سپرنٹنڈنٹ سے اجازت لے کر جاتا۔ اس گستاخانہ جواب سے پرنسپل صاحب نے برافروختہ ہو کر کہا ارے بے ایمان چلے جاؤ۔ ہم نہیں مانگتا اور یہ بھی کہا کہ پہلے تمہارا قصور نہ تھا لیکن اب قصور ہو گیا ہے پھر (ڈاکٹر) نذیر احمد صاحب سے کہا کہ تم ابھی تک یہیں ہو۔ آج تم ایک ہزار روپے کی ضمانت دے سکتے ہو تو تمہیں داخل کر لیا جائے۔ انہوں نے کہا دے سکتا ہوں۔ چنانچہ ضمانت دے کر داخل ہو گئے حالانکہ اس وقت سہ ماہی امتحان ہو چکا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے خاص طور پر مدد فرمائی اور اس مسبب الاسباب نے بظاہر غیر ممکن حالات میں موافق حالات پیدا کر دیئے۔''

(رفقاء احمد جلد ہفتم ص 31 تا 32)

ان کے طالب علمی کے زمانے کا ایک اور واقعہ آپ کے بھائی سردار بشیر احمد انجینئر نے داستان حیات صفحہ 273، 274 پر لکھا ہے وہ بھی بڑا ایمان افروز ہے۔

جب ڈاکٹر نذیر احمد کا فائنل امتحان ہوا۔ اس میں پریکٹیکل کے مارکس ان کو 35 ملے۔ ان کو بڑی فکر ہوئی کہ میں اس وجہ سے نہ اول آ سکتا ہوں اور نہ میڈل مل سکتا ہے حالانکہ پہلے تین سالوں کے امتحان میں ہمیشہ اول آتے رہے ہیں۔ حضرت والد صاحب (سردار عبدالرحمٰن مہر سنگھ) کو بڑی پریشانی کا خط لکھا۔ اس کا جو جواب حضرت والد صاحب نے لکھا وہ مجھے انہوں نے دکھایا۔ آپ نے اس میں لکھا ''تم گھبراتے کیوں ہو۔ ہمارا خدا بڑا قادر ہے۔ ہم دعا کریں گے۔ کیا پتہ تمہارے مارکس 35 کی بجائے 53 ہو جائیں اور تمہاری پوزیشن برقرار رہے۔''

چنانچہ 35 کی بجائے لکھنے والوں نے 53 لکھ دیئے اور یہ اول قرار پائے۔ یہ قول ایسا ہی ہے جیسے لکھا ہے اگر کوئی درویش صفت شخص اللہ کا نام لے کر ایک بات کہہ دے تو اللہ اس کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔ یہ سب برکت حضرت مسیح موعود کے طفیل ملی تھی''۔

ڈاکٹر بننے کے بعد انہیں خلافت ثانیہ میں بالخصوص شاندار خدمات کی توفیق ملی 1935ء میں انہیں حضرت مصلح موعود نے اہل حبشہ کی خدمت کے لئے بھجوایا اس وقت اٹلی اور حبشہ کے درمیان جنگ ہو رہی تھی انہوں نے خلیفۂ وقت کی توقعات کے مطابق ریڈ کراس کے ذریعے عین میدان جنگ میں طبی خدمات سرانجام دیں اور ساتھ ہی

غیر معمولی دعوت الی اللہ کی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

ستمبر 1936ء میں آپ فلسطین اور مصر اور شام کی سیر وسیاحت اور دعوت الی اللہ میں مصروف رہے۔

1937ء میں حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر وہ کینیا چلے گئے اور 1939ء تک کینیا میں رہے۔

1940ء میں حاجیوں کے جہاز ایس ایس رحمانی میں میڈیکل آفیسر مقرر ہوئے اور بمبئی، جدہ، کراچی کئی بار آنا جانا ہوا۔ اس دوران انہوں نے حج بھی کیا اور مکہ معظّمہ، عرفات، منیٰ، مزدلفہ، جدہ میں مسیح موعود کی بشارات پہنچاتے رہے 1941ء میں ڈلہوزی آ گئے اور پریکٹس کرتے رہے حضرت مصلح موعود کی تحریک پر انہوں نے ایبے سینیا کے بادشاہ ہیل سلاسی کو خط لکھا کہ جنگ کے دوران ان کی خدمات کے عوض انہیں میڈیکل سروس میں لے لیں آپ 1943ء میں عدن چلے گئے اور ایک سال سرکاری ہسپتال میں سروس کی اور عربوں میں احمدیت کی خوب اشاعت کی۔

اگست 1944ء میں آپ دوبارہ حبشہ چلے گئے اور قائمقام سول سرجن لگ گئے۔ شاہ حبشہ ہیل سلاسی سے کئی بار ان کی ملاقات ہوئی اور عام آدمی سے لے کر شاہی محل تک انہوں نے احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ 9 سال 1953ء تک انہوں نے حبشہ رہ کر خوب کام کیا۔ اسی دوران 1949ء دسمبر میں ان کی وہ بیٹی پیدا ہوئی جو اب میری بیوی ہے۔

حضرت مصلح موعود خلیفہ ثانی نے 9 سال بعد فروری 1953ء میں ایک ماہ کی چھٹی دی اور وہ پاکستان تشریف لائے اور پھر واپس حبشہ آ گئے۔ جولائی 1953ء میں پادریوں نے ان کی مشنری سرگرمیوں کو دیکھ کر شکایت کی اس ڈاکٹر کو ملک سے نکال دیا جائے۔ حضرت مصلح موعود نے انہیں نیروبی (کینیا) جانے کا ارشاد فرمایا 1953ء سے 1960ء تک آپ کینیا میں رہے۔ ان کے بیوی بچے ساتھ ہی تھے۔

1960ء میں انہوں نے پاکستان چھوڑ کر اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ چلے گئے جہاں سے انہوں نے آنکھوں کے علاج میں مہارت حاصل کی اور 1962ء میں قادیان اور پھر ربوہ جلسہ سالانہ پر حاضر ہوئے اور پھر واپس چلے گئے۔ نو سال برمنگھم میں سرجری کھول کر طبی خدمات کے علاوہ انگریزوں میں خوب دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ جرمنی میں بھی رہے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہفتم ص 288 تا 293)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جب نصرت جہاں سکیم جاری فرمائی تو آپ نے پھر اپنے آپ کو پیش کر دیا اور کئی سال سیرالیون اور گھانا میں خدمت کی توفیق پائی وہاں سے فارغ ہو کر لندن آ گئے۔

1984ء میں وقف عارضی کر کے سپین چلے گئے اور خوب دعوت الی اللہ کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہجرت کے ابتدائی دو تین سال آپ لندن میں تھے اور حضور کی مجالس عرفان اور سوال و جواب میں شامل ہوتے رہے۔

1987ء میں خاکسار مسقط (سلطنت عمان) میں تھا جب یہ لندن میں بیمار ہو گئے خاکسار کے بیوی بچے ربوہ میں تھے میری اہلیہ ان کی آخری بیماری کے دوران ایک بچی کو لے کر ایمرجنسی میں اپنے والد محترم کی عیادت کے لئے لندن چلی گئی اور 9 نومبر واپس پاکستان آ گئی 27 دسمبر 1987ء کو لندن میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا چھوٹا بیٹا ان کا تابوت لے کر پاکستان آیا اور نماز جنازہ کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ 18 میں ان کی تدفین ہوئی انہوں نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں جو سب صاحب اولاد ہیں اور خاکسار کی اہلیہ کے سوا سب لندن میں ہی مقیم ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے یکم جنوری 1988ء کے خطبہ جمعہ میں ان کا ذکر خیر کیا اور فرمایا

''نماز کے معاً بعد ایک تو حاضر جنازہ ہے ہمارے سلسلہ کے ایک بہت ہی مخلص فدائی کارکن ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب ابن سردار عبدالرحمٰن صاحب (مہر سنگھ) چند دن پہلے وفات پا گئے ہیں۔ انگلستان کی جماعت ہی صرف ان سے واقف نہیں بلکہ پرانے قادیان کے پروردہ سب احمدی ان کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور مختلف ممالک میں ان کو خدمت دین کی بڑی توفیق ملتی رہی۔ سادہ لوح، سادہ دل، بے نفس انسان جن کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ اس سے زیادہ میرے علم میں ان کی کوئی تعریف نہیں آ سکتی۔ سچے آدمی تھے جو ظاہر تھا وہی باطن تھا نیک دل، نیک نفس، خدمت کرنے والے، ہر قسم کے تکبر سے پاک تھے۔ بہت اچھی طرح اپنے بزرگ باپ کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی عمر بھر کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلائے اور ان کے دوسرے بھائیوں اور ان کی اولاد کو بھی اپنے بزرگ حضرت عبدالرحمٰن صاحب (مہر سنگھ) کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مرحومین ہیں ..... ان سب کی نماز جنازہ غائب، مکرم ومحترم ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب کی نماز جنازہ حاضر کے ساتھ اکٹھی پڑھی جائے گی۔''

(خطبات طاہر جلد 7 ص 19، 20)

حضرت خلیفہ ثالث نے ایک بار فرمایا ''سب سے بہتر چیز جو مَاقَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:19) کے زمرہ میں آتی ہے وہ اللہ کی راہ میں اس نے دین کی خدمت کرنا ہے۔''

(خطبات ناصر جلد دہم ص 662)

خاکسار کی خوشدامن مکرمہ غلام فاطمہ صاحبہ چکوال کے ایک قدیم اعوان احمدی گھرانے سے تھیں ان کے والد صاحب کا نام ملک کرم دین صاحب مومن تھا جب خاکسار اٹک میں تھا تو مکرم ملک مبارک احمد صاحب اعوان نے بتایا کہ اعوان قوم میں یہ رشتہ ان کے والد حضرت ملک نور خان صاحب (رفیق مسیح موعود) نے کروایا تھا۔ دراصل ملک نور خان صاحب نے 1899ء میں احمدیت ماسٹر سردار عبدالرحمٰن صاحب کے ذریعے ہی قبول کی تھی 16 دسمبر 1933ء کو بارات دلہن کو لے کر چکوال سے واپس قادیان آئی تھی۔ غلام فاطمہ صاحبہ کی شادی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے ساتھ اور ان کی بہن عائشہ کی شادی ان کے بھائی سردار بشیر احمد صاحب سے ایک ہی روز ہوئی تھی خاکسار کی خوشدامن صاحبہ ایک لمبا عرصہ محلّہ دارالصدر غربی (حال شمالی) میں لجنہ اماء اللہ کا کام کرتی رہیں۔ خاندان مسیح موعود سے بھی چندے وہی وصول کر کے لاتی تھیں ان کی وفات پر لجنہ اماء اللہ دارالصدر غربی نے ایک قرار داد تعزیت منظور کر کے الفضل میں چھپوائی تھی۔ ان کی وفات 22 جنوری 1978ء لندن میں ہوئی تھی اور تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی (قطعہ 13) وفات کے وقت عمر 63 سال تھی ان کی وفات کے بعد ایک بار راولپنڈی بیت النور میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع (قبل از خلافت) خدام الاحمدیہ ضلع راولپنڈی کے اجتماع پر مرکزی نمائندہ بن کر آئے ان سے جب ملاقات ہوئی تو فرمایا ''آپ کی ساس صاحبہ کا بہت افسوس ہوا ہمارے گھر چندہ لینے آتی تھیں۔''

حضرت ماسٹر سردار عبدالرحمٰن (مہر سنگھ) نے خدائی اشارے سے کہا تھا کہ اب میں اس خاندان کا نیا آدم ہوں کیونکہ ان کے آبائی سکھ خاندان کی نسل خدا نے ختم کر دی۔ انہیں خدا تعالیٰ نے چھ بیٹے اور سات بیٹیاں دیں۔ بیٹوں میں سے بڑے ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب تھے جن کی اولاد درج ذیل ہے۔

1۔ ڈاکٹر سردار حمید احمد صاحب (لندن)

2۔ سردار رفیق احمد صاحب (لندن) میں 2006ء میں وفات پائی۔

3۔ حنیفہ صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر مرزا ادریس بیگ صاحب مرحوم (لندن)

4۔ میجر (ر) سردار خلیل احمد صاحب (لندن)

5۔ سردار رشید احمد صاحب (لندن)

6۔ مریم محمود صاحبہ اہلیہ خاکسار ربوہ

7۔ سردار نصیر احمد صاحب (لندن)

8۔ صادقہ صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری رفیق احمد جاوید (لندن)

8۔ صادقہ صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری رفیق احمد صاحب جاوید صاحب (لندن)

9۔ راشدہ صاحبہ اہلیہ پروفیسر ڈاکٹر منور احمد صاحب (لندن)

سردار ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے ایک شادی ایک جرمن خاتون سے بھی کی انہیں خوب دین سکھایا انہیں حضرت خلیفہ رابع کے لندن میں قیام کے دوران دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں خدمت کا خوب موقع ملتا رہا۔ آپ کے ساتھ وہ سیرالیون اور گھانا میں ہاتھ بٹاتی رہیں۔ ان کا نام پہلے Juliane Koopmann تھا اور احمدی ہونے کے بعد جمیلہ رکھ دیا گیا اور ڈاکٹر صاحب نے خدیجہ رکھ دیا۔ ان پر خاکسار کا ایک مضمون 16 مارچ 2001ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔

رفیق حضرت مسیح موعود

حضرت قاضی عبدالرحیم

صاحب سکنہ ٹرپئی

حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب کے قبول احمدیت کا ذکر اس طرح ہے:

سنا کہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد بڑا پارسا، پرہیزگار اور اہل اللہ شخص ہے، اس بات کے سننے سے میرے دل میں مرزا صاحب کی زیارت کا شوق ہوا جب میں قادیان میں آیا تو اسی وقت ایک شخص ضعیف العمر خوش صورت ساتھ تحفہ تحائف کے بمبئی سے آیا تھا ہم نے اپنے آنے کی اطلاع حضرت مرزا صاحب کے پاس بھیجی تب ایک آدمی باہر آیا اور ہمیں ایک مکان میں بٹھا گیا تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب نے بمبئی سے جو شخص آیا تھا اسے بلایا اور بعد میں کمترین کو بھی بلا لیا، کمترین کو تو حضور نے تلاوت قرآن شریف کی تاکید فرمائی اور پھر بہت مدت تک پُر اثر وعظ فرماتے رہے، اثناء وعظ میں آپ دفعۃً اٹھ کھڑے ہوئے اور جلدی جلدی سیڑھیوں سے اُترے ہم دونوں مسافر بھی ان کے ہمراہ ہوئے، ڈھاب کے شرقی کنارے پر زمینداروں نے ایک گڑھا کھیتوں کو پانی دینے کے لیے بنایا ہوا تھا اس میں ایک لڑکا آٹھ نو برس کا ڈوبا ہوا تھا اس کا ایک ہاتھ ننگا تھا آپ نے فرمایا اسے باہر نکالو ہم نے اسے نکالا اس وقت وہ لڑکا زندہ مگر بے ہوش تھا اس کے پیٹ میں پانی بھرا ہوا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس کے پیٹ سے پانی نکالو اور دریافت کرکے جس کا لڑکا ہے اسے دے دو۔ پھر آپ واپس مکان پر تشریف لائے اور پھر آپ نے اس بات کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اعلام الٰہی سے گئے تھے اور آپ نے یہ کام خدا کے حکم کے ماتحت کیا۔

(بدر 11 فروری 1909ء صفحہ 3 کالم 1)